تفسیر نور العرفان (قسط۳۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں:

''اولیاء اللہ انبیائے کرام کے نائب ودست قدرت ہوتے ہیں، ان کے ہاتھ ملکوتی تصرف ظاہر ہوتے ہیں۔'' (تفسیر نور العرفان، ص203)

ملکوتی تصرف تو انبیائے کرام علیہم السلام سے ظاہر نہیں ہوتے، چہ جائیکہ اولیاء اللہ سے ظاہر ہوں۔ البتہ انبیائے کرام کے ہاتھوں معجزات ظاہر ہوتے اور اولیاء اللہ کے ہاتھوں کرامات کا صدور ہوتا ہے۔ معجزات اور کرامات پر انبیائے کرام اور اولیاء کا اختیار نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (العنکبوت: ۵۰)

''کہہ دیجئے کہ تمام نشانیاں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔''

نیز انبیا کے دنیا میں دست قدرت نہیں۔ جب انبیائے کرام کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے، تو اولیاء ان کے دست قدرت کیسے بن گئے۔

② مفتی صاحب سورت انعام (۱) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ شرک میں یہ ضروری ہے کہ بندے کو رب کے ساتھ کسی چیز میں برابر کیا جائے، جیسے کہ مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی لڑکیاں یا عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو رب کا بیٹا مان کر انہیں رب کے برابر کرتے ہیں، کیونکہ اولاد باپ کے ہم

جنس ہوتی ہے، نیز مشرکین اپنے معبودوں کو رب کا بندہ مان کر بھی بعض صفات میں انہیں رب کے برابر مانتے تھے کہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔اس برابری کے عقیدے کے بغیر شرک کا تصور نہیں ہوسکتا۔مومن اپنے نبی ولی کے لیے برابری کا وہم بھی نہیں کرتا۔انہیں رب کا محض بندہ مانتا ہے۔''

(تفسیر نورالعرفان،ص203)

جو چیز اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو، اس میں کسی مخلوق کو شریک کرنا، اسے رب کے برابر قرار دینا ہے،خواہ وہ اسے برابر نہ بھی سمجھے۔دراصل مفتی صاحب شرک کے خوگر ہے، اس لیے شرک کے لیے راستہ ہموار کرنا چاہتے ہیں۔اس لیے یہ کہتے ہیں کہ برابری کے تصور کے بغیر شرک نہیں ہوسکتا۔ہم چونکہ اولیاء اللہ کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے، اس لیے ہمارے ان کو پکارنا، ان سے مدد مانگنا، انہیں مشکل کشا، حاجب روا، فریادرس، غوث اعظم، داتا، دستگیر وغیرہ کہنا، شرک نہیں۔کیونکہ ہم انہیں اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں سمجھتے۔

اگر کوئی مخلوق کو سجدہ کرتا ہے،لیکن اسے رب کے برابر نہیں سمجھتا، تو کیا وہ مشرک نہ ہو گا۔کیا مشرکین مکہ یہ کہتے تھے کہ ہم ان معبودوں کو آسمانوں کے رب سے بہتر یا برابر سمجھتے ہیں، وہ تو یہی کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، اس لیے ہم ان کی پکار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کو شرک اور اپنی برابری قرار دیا۔

۞ امام طبری رحمہ اللہ آیت کریمہ : ﴿ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ﴾ (الأنعام : ١) ''کافر اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یعنی وہ اس کی عبادت میں اوروں کو شریک بناتے ہیں، وہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے باطل معبودوں، بتوں اور آستانوں کی پوجا کرتے ہیں، حالانکہ

ان میں سے کوئی بھی کسی چیز کو پیدا کرنے میں اللہ کا شریک نہیں تھا، نہ ان کو نعمتیں عطا کرنے میں کوئی اس کا حصہ دار تھا، بلکہ اس تمام کام میں وہ اکیلا تھا، لیکن وہ پھر بھی غیر کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ کیسی فصیح دلیل اور بلیغ نصیحت ہے، لیکن اس کے لیے، جو عقل سلیم اور فہم صحیح کے ساتھ اس میں غور وفکر کرے۔'' (تفسير الطّبري : 144/5)

③ مفتی صاحب سورت انعام (۵۰) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس میں دعویٰ کی نفی ہے، خزانہ پاس ہونے کی نفی نہیں، حضور نے فرمایا: أُوتِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ رب نے فرمایا: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ اسی طرح علم غیب کے دعویٰ کی نفی ہے، نہ کہ علم غیب کی۔ اس لیے مقولہ تین اور ﴿اَقُولُ﴾ دو ہیں۔ ﴿إِنِّي مَلَكٌ﴾ میں قول مقولہ دونوں کی نفی اور اس سے قول کی نفی اور مقولے کا ثبوت ہے، یعنی نہ میں فرشتہ ہوں، نہ فرشتہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں، باقی دو میں صرف قول کی نفی کہ میرے پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور مجھے رب نے علوم غیبیہ بخشے، مگر میں دعویٰ نہیں کرتا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص212)

مفتی صاحب نے آیت کے متواتر اور اجماعی معنی میں تلبیس ابلیس سے کام لیا ہے، جبکہ انہیں اعتراف ہے:

''جو دیدۂ دانستہ قرآن کی غلط تفسیریں کریں کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص207)

آیت کا صحیح معنی یہ ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں، یہ

بھی نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں، یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں ہیں، نہ میں غیب جانتا ہوں، نہ فرشتہ ہوں۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى لِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللّٰهِ﴾ أَيْ لَسْتُ أَمْلِكُهَا وَلَا أَتَصَرَّفُ فِيهَا، ﴿وَلا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ أَيْ وَلَا أَقُولُ : إِنِّي أَعْلَمُ الْغَيْبَ إِنَّمَا ذَاكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، لَا أَطَّلِعُ مِنْهُ إِلَّا عَلٰى مَا أَطْلَعَنِي عَلَيْهِ، ﴿وَلا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾ أَيْ وَلَا أَدَّعِي أَنِّي مَلَكٌ، إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّنَ الْبَشَرِ، يُوحِيَ إِلَيَّ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، شَرَّفَنِي بِذٰلِكَ، وَأَنْعَمَ عَلَيَّ بِهِ؛ وَلِهٰذَا قَالَ : ﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحٰى إِلَيَّ﴾ أَيْ لَسْتُ أَخْرُجُ عَنْهُ قَيْدَ شِبْرٍ وَّلَا أَدْنٰى مِنْهُ.

''اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے فرماتا ہے: ﴿قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللّٰهِ﴾ یعنی میں ان خزانوں کا مالک نہیں ہوں، نہ ان میں تصرف کر سکتا ہوں۔ ﴿وَلا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ یعنی میں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں، یہ اللہ عزوجل کا علم ہے، میں اتنے علم پر ہی مطلع ہوتا ہوں، جتنے پر وہ مجھے مطلع فرماتا ہے۔ ﴿وَلا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾ یعنی میں فرشتہ ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کرتا، بلکہ میں بشروں میں سے ایک بشر ہوں، البتہ مجھ پر اللہ عزوجل کی طرف سے وحی کی جاتی ہے، اس نے مجھے یہ شرف بخشا ہے اور مجھ

پر انعام کیا ہے۔اسی لیے فرمایا:﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحٰى إِلَيَّ﴾ یعنی میں وحی سے بالشت برابر یا اس سے بھی کم روگردانی نہیں کر سکتا۔''

(تفسیر ابن کثیر : 258/3)

مقولے تین اور اقوال دو ہونے سے آیت میں مذکور چیزوں میں فرق نہیں آتا۔

آیت میں خزانے کے مالک ہونے اور خزانہ پاس ہونے کی نفی ہے، کیونکہ ''عند'' میں چیز کا پاس ہونا اور ملکیت میں ہونا دونوں شامل ہوتے ہیں۔تو معنی یہ بنے گا کہ خزانے میرے پاس ہیں اور نہ میری ملکیت میں ہیں۔

أُوتِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ سے مراد فتوحات اور مال غنیمت ہیں۔

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ کا معنی ہے؛''ہم نے آپ کو حوض کوثر عطا فرمایا ہے۔'' کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام خزانوں کے مالک بن گئے ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَّبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾(الأعراف : ۱۸۸)

''اے نبی! کہہ دیجیے، میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا بھی مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے، میں غیب جانتا ہوتا،تو بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا، میں تو صرف اہل ایمان کو ڈرانے اور خوشخبریاں سنانے آیا ہوں۔''

❀ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ يُفَوِّضَ الْأُمُورَ إِلَيْهِ، وَأَنْ يُخْبِرَ عَنْ نَفْسِهٖ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ، وَلَا اطِّلَاعَ لَهٗ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ إِلَّا بِمَا أَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنے تمام تر معاملات اللہ کے سپرد کر دیں اور خبر دیں کہ آپ غیب دان نہیں، نہ ہی کسی چیز پر مطلع ہیں، سوائے اس کے جس پر اللہ نے مطلع کر دیا ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 249/3)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے علم غیب کی نفی فرما دی کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا۔

وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ فرمایا۔ قرآن وحدیث میں أَعْلَمُ الْغَيْبَ کا ذکر نہیں۔ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهٗ يَعْلَمُ الْغَيْبَ، فَقَدْ كَذَبَ، وَهُوَ يَقُولُ : لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ.

''جو آپ کو بتائے کہ محمد ﷺ غیب جانتے تھے، وہ جھوٹا ہے، نبی کریم ﷺ خود فرماتے ہیں کہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

(صحيح البخاري : 7380، صحيح مسلم : 177)

برادران وخواہر! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسے جھوٹا قرار دے رہی ہیں، جو نبی ﷺ کو عالم الغیب کہے، قرآنِ کریم کی آیت کریمہ ثابت کر رہی ہیں کہ عالم الغیب صرف اللہ ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان نہیں تھے، آپ کو جو کچھ بتایا جاتا وحی کے ذریعے بتایا جاتا، خود سے آپ کچھ نہیں جانتے۔

جب غیب ہی نہیں جانتے، تو صرف دعویٰ غیب کی نفی کا کیا معنی؟ مفتی صاحب نے اپنے اس ''دعویٰ'' پر کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی۔ علمائے احناف کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے علم غیب ثابت کرے، وہ کافر ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ضَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرْسَلَ إِلٰى أَزْوَاجِهٖ يَبْتَغِي عِنْدَهُنَّ طَعَامًا، فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ؛ فَإِنَّهٗ لَا يَمْلِكُهَا إِلَّا أَنْتَ، فَأُهْدِيَتْ إِلَيْهِ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ، فَقَالَ: هٰذِهٖ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ، وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مہمان آیا، آپ نے ازواج مطہرات کے یہاں پیغام بھیجا کہ کھانا ہے، مگر کسی کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ملا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! میں تجھ سے تیری فضل اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ فضل اور رحمت کا مالک تیرے سوا کوئی نہیں۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بھنی ہوئی بکری ہدیہ کی گئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو ہوا اللہ تعالیٰ کا فضل، اب ہم اس کی رحمت کے منتظر ہیں۔''

(المُعجَم الكبير للطّبراني: 178/10، وسندهٗ حسنٌ)

④ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر نمازیں نہ پڑھی ہوں، تو توبہ یہ ہے کہ ان کی قضا کرے، اس کے بغیر توبہ کیسی؟''

(تفسیر نورالعرفان، ص213)

فوت شدہ نمازوں پر توبہ ہے۔ قضائے عمری نامی کسی نماز کا اسلام میں وجود نہیں، لہٰذا اس بدعت سے خود بھی بچیں اور لوگوں کو بھی آگاہ کریں۔

⑤ مفتی صاحب سورت انعام (٧٥) کے تحت لکھتے ہیں:

''یعنی ان (ابراہیم علیہ السلام) کو عین الیقین حاصل ہو جائے، چنانچہ آپ (علیہ السلام) کو ایک پتھر کی چٹان پر کھڑا کیا گیا اور فرمایا گیا: اوپر دیکھو، دیکھا تو عرش و کرسی، لوح و قلم، غرضیکہ تمام آسمانی چیزیں، حتی کہ جنت میں اپنا مقام سب کچھ دکھا دیا گیا، پھر فرمایا کہ نیچے دیکھو، دیکھا تو زمین تحت الثریٰ تک اور اس کے اندر کی تمام چیزیں دکھائی گئیں، مگر ہمارے حضور کو آسمانوں کی سیر بھی کرائی گئی اور تمام چیزیں بھی دکھائی گئیں۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص217)

آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریف سے کام لیا گیا ہے۔ جو کچھ ذکر کیا، اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں، جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کناں تھیں کہ وہ اکیلا الہ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾(الْأَعْرَاف : ١٨٥)

''کیا ان لوگوں (کفار) نے زمین و آسمان کی بڑی بڑی نشانیاں نہیں دیکھیں!''

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کفار کو بھی عرش و کرسی، لوح و قلم دکھائے گئے؟
اتنی سی بات کو مفتی صاحب کہاں تک لے گئے۔ مفتی صاحب کو اعتراف ہے:
''(قرآن کی) غلط تاویل تحریف و کفر ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص157)

⑥ مفتی صاحب سورت انعام (۱۰۹) کے تحت لکھتے ہیں:
''کفار مکہ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ حضرت موسیٰ، عیسیٰ و صالح کے معجزات بیان فرماتے ہیں، اگر ہم کو ہماری منہ مانگی نشانیاں دکھا دیں، تو ہم آپ پر ایمان لے آویں، فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ بولے کہ صفا پہاڑ سونے کا جائے، یا ہمارے بعض مردے جی کر آپ کی گواہی دے دیں یا فرشتے ہمارے سامنے آ جائیں، فرمایا: اگر ان میں سے کچھ دکھا دوں، تو ایمان لے آؤ گے، وہ قسمیں کھا کر بولے کہ ضرور۔ آپ نے ارادہ فرمایا کہ دعا کریں۔ حضرت جبرائیل نے آ کر عرض کیا کہ اے محبوب! آپ جو دعا کریں گے، قبول ہو گی، لیکن اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے، تو ابھی ہلاک کر دیے جائیں گے اور اگر زندہ رہے، تو شاید ان میں کوئی ایمان لے آوے، تب حضور نے دعا کا ارادہ چھوڑ دیا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص224)

یہ روایت تفسیر طبری (۹/۴۸۵) میں آتی ہے۔ یہ مرسل ہے۔ محمد بن کعب قرظی تابعی ہیں، بلا واسطہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ نیز اس میں ابو معشر نجیح ضعیف ہے۔

⑦ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

’’رب کے بتانے سے اس کے بعض بندے بھی یہ اُمور غیبیہ جانتے ہیں، جیسے شہدا کے لیے قرآن فرماتا ہے: ﴿وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا﴾ یا حدیث پاک میں ہے کہ حور پکارتی ہے کہ یہ ہمارے پاس آنے والا ہے۔ یا حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر جنتی ہیں......۔‘‘

(تفسیر نور العرفان، ص226)

نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا، وہ وحی سے فرمایا۔ شہدا کا معاملہ آخرت سے متعلق ہے۔ اس کا ہمیں شعور نہیں۔ حور کو اللہ تعالیٰ بتا دیتے ہیں۔

⑧ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

’’حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں اعمال کا بدلہ عقل کے بقدر ملے گا۔‘‘

(تفسیر نور العرفان، ص229)

یہ روایت غیر ثابت ہے۔ اس کی ساری سندیں ضعیف ہیں۔

⑨ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

’’یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں۔‘‘

(تفسیر نور العرفان، ص235)

یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے۔

❁ زکوٰۃ کے متعلق عمومی دلائل موجود ہیں، مال یتیم کے بارے میں استثنیٰ ثابت نہیں ہے۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِبْتَغُوا بِأَمْوَالِ الْيَتَامٰى، لَا تَأْكُلُهَا الصَّدَقَةُ.

''آپ یتیموں کے مالوں میں کاروبار کریں، کہیں ان کو زکوٰۃ ختم نہ کر دے۔''

(سنن الدّارقطني : 110/1، السّنن الکبریٰ للبیهقي : 107/4، وسندہٗ صحیحٌ)

✿ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(السّننن الکبریٰ : 107/4)

✿ قاسم بن محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ تَلِينِي وَأَخًا لِي يَتِيمَيْنِ فِي حَجْرِهَا، فَكَانَتْ تُخْرِجُ مِنْ أَمْوَالِنَا الزَّكَاةَ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میری اور میرے بھائی کی پرورش کرتی تھیں، ہم دونوں یتیم تھے، وہ ہمارے مالوں سے زکوٰۃ نکالتی تھیں۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 590، وسندہٗ صحیحٌ)

✿ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يُزَكِّي مَالَ الْيَتِيمِ .

''آپ رضی اللہ عنہ یتیم کے مال سے زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔''

(الأموال لأبي عبید القاسم بن سلام : 1308، وسندہٗ صحیحٌ)

✿ سیدنا جابر رضی اللہ عنہما نے ایسے شخص کے متعلق فرمایا، جس کے پاس یتیم کا مال ہو:

يُعْطِي زَكَاتَهٗ .

''وہ اس (یتیم کے مال) کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔''

(الأموال لأبي عبید القاسم بن سلام : 1310، وسندہٗ صحیحٌ)

✿ مجاہد بن جبر اور عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

أَدِّ زَكَاةَ مَالِ الْيَتِيمِ .

''یتیم کے مال کی زکوٰۃ ادا کیجئے۔''

(الأموال لأبي عبيد القاسم بن سلام : 1312 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ طاؤس رحمہ اللہ سے مالِ یتیم سے زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

زَكِّهِ، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَالْإِثْمُ فِي عُنُقِكَ .

''زکوٰۃ دیجئے، ورنہ اس کا گناہ آپ کے سر ہوگا۔''

(الأموال لأبي عبيد القاسم بن سلام : 1314 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عامر شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي مَالِ الْيَتِيمِ زَكَاةٌ .

''یتیم کے مال میں زکوٰۃ ہوگی۔''

(الأموال لابن زَنجُوَيه :1431 ، وسندهٗ صحيحٌ)

الاموال لابن زنجویہ (۱۴۴۷) میں ہے کہ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مالِ یتیم میں زکوٰۃ نہیں۔ یہ قول ضعیف ہے۔ مجالد بن سعید جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❁ سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَرٰى فِي مَالِ الْيَتِيمِ الزَّكَاةَ .

''آپ رحمہ اللہ مالِ یتیم میں زکوٰۃ کو واجب سمجھتے تھے۔''

(الأموال لابن زَنجُويه :1432 ، وسندهٗ صحيحٌ)

یاد رہے کہ ائمہ ثلاثہ، امام احمد بن حنبل، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک بھی یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے، نیز امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(سنن التّرمذي، تحت الحديث :641)

جولوگ مالِ یتیم میں زکوٰۃ کے قائل نہیں، ان کے دلائل کا جائزہ پیش خدمت ہے:

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَحْصِ مَا فِي مَالِ الْيَتِيمِ مِنَ الزَّكَاةِ، فَإِذَا بَلَغَ وَآنَسْتَ مِنْهُ رُشْدًا فَأَخْبِرْهُ، فَإِنْ شَاءَ زَكّٰى، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ .

''یتیم کے مال کا حساب لگائیے، جب وہ بالغ ہو جائے، تو اسے بتا دیجئے، وہ چاہے تو زکوٰۃ نکالے، چاہے تو رہنے دے۔''

(الأموال لأبي عبيد : 1315، السّنن الكبرى للبيهقي : 108/4)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

۱۔ لیث بن ابی سلیم جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''سیئ الحفظ'' ہے۔ امام احمد بن حنبل، امام دارقطنی، امام یحییٰ بن مَعین، امام ابوحاتم، امام ابوزرعہ، امام نسائی، امام ابن عدی اور جمہور محدثین نے اسے حدیث میں ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔

۲۔ سند منقطع ہے، مجاہد رحمہ اللہ کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''مالِ یتیم پر زکوٰۃ واجب نہیں، جب تک اس پر نماز واجب نہیں ہوتی۔''

(الأموال لابن زنجويه : 1435، سنن الدّارقطني : 111/2، ح : 1962)

سند ''ضعیف'' ہے، ابن لہیعہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ وہ مالِ یتیم سے زکوٰۃ کے قائل نہ ہوں۔ مالِ یتیم میں زکوٰۃ واجب ہے، پاگل اور گونگے، بہرے کا بھی یہی حکم ہے۔

شبہ:

یتیم پر نماز فرض نہیں تو زکوٰۃ کیسے فرض ہوسکتی ہے؟

✿ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس پر نماز فرض نہیں ہوئی، اس کے مال میں سے اس کے کیے ہوئے جرائم کی دیت اور اس کی تلف کی ہوئی چیزوں کی قیمت نکالنا ضروری ہے۔ اسی طرح ان کا اجماع ہے کہ حائضہ عورت کے حیض کے دنوں کی مقدار اور وہ شخص جو کبھی کبھی جنون کا شکار ہوجاتا ہے، اس کے جنون کے دنوں کے مقدار (زکوٰۃ کے لیے گزرنے والے) سال سے خارج نہیں کی جائے گی۔ یہ سب باتیں دلیل ہیں کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، یہ نماز کی طرح نہیں ہے، جو کہ بدن کا حق ہے، لہٰذا زکوٰۃ اس شخص پر بھی واجب ہوگی، جس پر نماز واجب ہے اور اس شخص پر بھی، جس پر نماز واجب نہیں ہے۔''

(الاستذکار: 156/3)

✿ نیز فرماتے ہیں:

''یہ (آثارِ صحابہ پر عمل کر کے یتیم کے مال میں زکوٰۃ کو لازم قرار دینا) تو اتباع کا طریقہ ہے، رہا قیاس واجتہاد کا طریقہ تو مسلمان علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ یتیم کی زمین سے جو غلہ نکلتا ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہے (اگرچہ اس پر نماز فرض نہ بھی ہوئی ہو) اور اس میں کسی حجازی یا عراقی عالم کو اختلاف نہیں ہے۔'' (الاستذکار: 156/3)

دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ آثارِ صحابہ کے متعلق اس قسم کے شبہات پیدا کرتے

ہیں، ان کے نزدیک بھی یتیم کی زمین جو غلہ اگاتی ہے، اس میں زکوٰۃ ہے۔ کیا ان کو اس وقت یہ خیال نہیں رہتا کہ اس پر تو نماز فرض نہیں ہے؟

⑩ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سے پہلے ان کے جسم پر ناخن کا لباس تھا، اس خطا کے بعد وہ ناخن تمام جگہ سے سکڑ کر صرف انگلیوں کی نوکوں پر رہ گیا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص235)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول تفسیر طبری (۱۰/۱۳۳) وغیرہ میں موجود ہے۔ سند ضعیف ہے۔ عمرو بن مالک نکری کی حدیث ابوالجوزاء سے غیر محفوظ ہوتی ہے۔

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ : حَدَّثَ عَنْهُ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ قَدْرَ عَشْرَةِ أَحَادِيثَ غَيْرِ مَحْفُوظَةٍ .

''ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوالجوزاء سے عمرو بن مالک نے تقریباً دس غیر محفوظ احادیث بیان کی ہیں۔''

(تهذيب التّهذيب :336/1)

یہ جرح مفسر ہے، مذکورہ روایت بھی عمرو بن مالک نکری نے اپنے استاذ ابوالجوزاء سے بیان کی ہے، لہٰذا غیر محفوظ ہے۔

⑪ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ وہ دونوں حضرات یہ دعا ربنا ظلمنا جنت میں پہلے ہی سے مانگ چکے تھے، پھر دنیا میں تشریف لا کر کئی سو سال روتے رہے، پھر رب

کی طرف سے کچھ دعائیہ کلمات انہیں القاء ہوئے، جن سے توبہ قبول ہوئی اور وہ دعائیہ کلمے حضور ﷺ کا وسیلہ اختیار کرنا تھا، جن کا ذکر اس آیت میں ہے:
﴿فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ جن لوگوں نے ان کلمات سے ربنا ظلمنا مراد لیا، وہ اس آیت کے بظاہر خلاف ہے، کیونکہ یہ کلمات تو وہ دونوں زمین پر آنے سے پہلے ہی عرض کر چکے تھے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص242)

اس بحث سے قطع نظر کہ وہ دعائیہ کلمات کون سے تھے اور کب دعا کی گئی؟ وسیلہ کی بات باطل ہے۔اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں، یہ روافض کا نظریہ ہے۔

⑫ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''شیطان اور اس کی ذریت سارے جہان کے لوگوں کو دیکھتے ہیں، لوگ انہیں نہیں دیکھتے، جہاں کسی نے کسی جگہ اچھے کام کا ارادہ کیا، اسے اس کی نیت کی خبر ہو گئی، فوراً بہکایا، جب رب نے گمراہ گر کو اتنا علم دیا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، تو نبی کریم ﷺ جو سارے عالم کے ہادی ہیں، انہیں بھی حاضر ناظر بنایا، تاکہ دوا بیماری سے کمزور نہ ہو، افسوس ان پر ہے، جو شیطان کی وسعت علم و نظر کا اقرار کریں اور حضور کے لیے انکاری ہو جائیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص243)

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دلوں تک دسترس دی ہے۔اس نے اپنا تخت پانی پر ڈال رکھا ہے اور حواریوں کو کاروائی کے لیے بھیجتا ہے۔(صحیح مسلم:۲۸۱۳)

اس سے شیطان کا حاضر و ناظر ہونا اور وسعت علمی کیسے ثابت ہوئی؟

بیماری کا علاج علم نبوت سے کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ آخری انسان کے لیے بھی ہادی بنا کر بھیجے گئے ہیں، جو بھی اللہ اور اس کے رسول کے راستے کو اختیار کرے گا، شیطان کا اس پر بس نہیں چلے گا۔ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں، کیونکہ اس پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں۔ اسلاف امت میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

(۱۳) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''متقی علماء کی تقلید مومنوں کی شان ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص243)

تقلید گمراہی و ضلالت ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ ائمہ مسلمین نے اس کی مذمت بیان کی ہے۔ تقلید کا مطلب ہے کہ اُمتی کی بات کو قرآن و سنت کے مقابلہ میں دین کا درجہ دینا۔

اگر متقی علما کی تقلید سے مراد پیروی ہے، تو درست۔ اگر اصطلاحی تقلید مراد ہے، تو اپنے آپ کو حنفی کہلوانے کا کیا معنی؟ اور تقلید شخصی کی فضیلت بیان کرنے کا کیا فائدہ؟

اہل حدیث یہی کہتے ہیں کہ علمائے حق، محدثین عظام کی پیروی میں قرآن و سنت تک رسائی حاصل کی جائے۔ سلف صالحین کے علم کو دلیل بنایا جائے، کیونکہ وہ کما حقہ شرعی نصوص کو سمجھتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے۔ یہی وہ سبیل مومنین ہے، جس کی پیروی کا حکم ہے۔

(۱۴) مفتی صاحب سورت اعراف (۳۵) کے تحت لکھتے ہیں:

''یعنی نبی کریم ﷺ، کیونکہ حضور ہی تمام انسانوں، بلکہ تمام خلق کے نبی ہیں، لہٰذا یہ جمع تعظیم کے لیے ہے، یا رسل سے مراد سارے پیغمبر ہیں، بہر حال اس میں میثاق کے دن کے عہد و پیمان کا ذکر ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے اپنی

ربوبیت کا اقرار سب سے کرایا، ایسے ہی حضور کی نبوت کا اقرار سب سے لیا۔''

(تفسیر نورالعرفان،ص245)

یہ آیت کی تحریف ہے۔ یہاں رسل سے مراد تمام رسول ہیں۔ رسولوں کا ذکر کر کے نبی کریم ﷺ مراد لینا بے دلیل اور قرآن کریم کی من چاہی تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں اپنے بندوں سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا اقرار نہیں کروایا تھا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔ چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت ملی۔ جن وانس کی طرف مبعوث کیے گئے۔ آپ آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک کے نبی نہیں۔ قرآن وحدیث میں اس پر کوئی دلیل نہیں، کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ پوری انسانیت کے نبی ہیں، تو وہ بالاتفاق کافر ہے۔

مفتی صاحب خود لکھتے ہیں:

''عقائد میں ظن وقیاس کافی نہیں، قرآن وسنت درکار ہیں۔''

(تفسیر نورالعرفان،ص244)

⑮ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حاضر وناظر ہونا بعض بندوں کی صفت ہے۔''

(تفسیر نورالعرفان،ص245)

بے دلیل ہے۔ اسلاف امت میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ سبیل مؤمنین میں اس پر کوئی ثبوت نہیں۔

⑯ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ بھی اللہ کی رحمت ہیں، لہٰذا محسنین سے قریب ہیں۔ رب فرماتا

ہے:﴿وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾۔''

(تفسیر نورالعرفان،ص250)

نبی کریم ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ ﷺ پر ایمان لایا، وہ اس رحمت کا مستحق ٹھہرے گا اور جنت میں جائے گا اور جس نے آپ ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا، وہ اس رحمت سے محروم رہے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

آیت سے یہ عقیدہ کشید کرنا کہ نبی کریم ﷺ محسنین کے قریب ہیں، ہر جگہ حاضر ناظر ہیں، معنوی تحریف ہے۔ اسلاف امت میں سے کوئی بھی اس آیت کا یہ مفہوم بیان نہیں کرتا۔

❁❁❁❁❁❁❁